اگر ان کے پہلو میں الوہیت کی ایک لافانی شمع روشن نہ ہوتی اگر ان کا دل نازکی احساسات کا چھلکتا ہوا پیمانہ نہ ہوتا تو ان کا دماغ شعروں کی یہ مئے ناب نہ ڈھال سکتا سروجنی دیوی کی شاعرانہ حس نے ان کی علمی قابلیت کو ذوق اظہار بخشا اور عنفوان شباب میں ہی ان کی حسین و دلکش نظموں نے ہر صاحب ذوق انسان کو مسحور کر لیا ۱۸۹۸ء میں سروجنی دیوی کے شوہر ہونے کا فخر ڈاکٹر نائیڈو کو حاصل ہوا اس غیر خاندانی رشتہ مناکحت سے سروجنی دیوی کی آزاد خیالی "بلندی" اور شاعرانہ اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے۔

مسز سروجنی نائیڈو نے اپنی عمر کی ۲۰ بہاریں دیکھنے سے قبل ہی اپنی نظموں کا ایک حسین مجموعہ "گولڈن تھریس" جس کا ترجمہ اردو میں "فرشی زریں" یا "آستان طلائی" ہو سکتا ہے شائع کیا یہ مجموعہ بہت مقبول ہوا۔ نوعمر شاعرہ کو انگلستان کے شعرا کی صف اول میں جگہ دی گئی اس لئے پانچ سال بعد دوسرا اور پھر تیسرا مجموعہ "شکستہ پر" اور طائر وقت نکلا۔

"آستان طلائی" چونکہ سروجنی دیوی کی اس عمر کی تصنیف ہے جب زندگی کے نشیب فراز سے وہ زیادہ واقف نہ تھیں العرض شباب کی کارفرمائیوں سے شاعرہ کو تمام عالم رنگین اور کائنات میخانہ بدوش نظر آتی تھی اس لیے اس مجموعہ کی تمام نظمیں ایک گاتی ہوئی جوانی کی مدھر تانیں ہیں خوشی و مسرت سے بھرپور!

لیکن یہی مدھر تانیں "شکستہ پر" اور "طائر وقت" میں سوز میں ڈوبی ہوئی ہیں کیونکہ شاعرہ کے سامنے اب دنیا کے تلخ حقائق آ چکے ہیں اور یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ زندگی رنگین و دلکش ہی نہیں بھیانک اور ویران بھی ہے عمر کے ساتھ ان کی نظر گہری ہوتی گئی قدرت نے قوت بیان حیرت انگیز طور پر سروجنی دیوی کو عطا کی تھی یہی وہ کمال ہے جو خدا ہر شاعر کو عطا نہیں کرتا ان کے افکار میں حرکت اور تنوع ہے اور ساتھ ہی ساتھ بلندی اور جوش کا جذبہ بھی۔ اُن کا مشاہدہ بہت تیز ہے اور تخیل بہت بلند و رنگین زندگی سے سروجنی دیوی کی شاعری کا بہت گہرا ربط ہے اور یہ ان کی کامیابی کی سب سے بڑی دلیل ہے اُن کے اس کلام میں بھی جو بالکل نوعمری کا ہے ہم کو

ایک لافانی جوش ایک دلی تڑپ ملتی ہے۔

گو ان کی شاعری کا چولا انگریزی ہے لیکن روح خالص ہندی ہے جیسے کسی راجپوت کنیا نے بجائے ساڑی کے گون پہن لیا ہے وہی لجائی ہوئی کیفیت ہے اور وہی پیاری پیاری چھب ہے جو ہندی شاعری کے لئے مخصوص ہے۔

دیہاتی گانے نظم کرنے میں اس بے مثل شاعرہ کو کمال حاصل تھا اور ان گیتوں میں عوام کے جذبات کی عکاسی کرنے میں انھوں نے پوری فن کارانہ مہارت دکھائی ہے

بہت بڑی مشکل اُردو دنیا کے لئے سروجنی نائیڈو کی شاعرانہ خوبیوں کے سمجھنے میں یہ ہے کہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اکثر شاعرانہ لطافتوں کا خون ہو جاتا ہے اور محدود وال طبقہ اصلی روح شاعری کو معلوم نہیں کر سکتا آفاقیت سروجنی نائیڈو کی نظموں کی اپنی خصوصیت ہے اور وہ رسیلا مدھر ترنم جو ایک شاعر نہیں شاعرہ، ہی کے کلام میں ہو سکتا ہے سروجنی نائیڈو کی ہر نظم میں پایا جاتا ہے۔

یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ محبت شاعری کے تحرک کے لئے سب سے قوی جذبہ ہے اگرچہ اور جذبات بھی شعر کا لباس پہن سکتے ہیں لیکن جیسا یہ لباس محبت کے جسم پر موزوں ہوتا ہے اور کسی جذبے پر نہیں کھلتا محبت کے ایک سے زیادہ رنگ ہیں لیکن اپنا اصلی رنگ وہ ہندی شاعری یعنی ہندی گیتوں میں دکھاتی ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ مسز سروجنی نائیڈو کی زبان انگریزی لیکن خیال ہندی ہے ان کا دل حب وطن سے سرشار ہے ہندی شاعری میں محبت کا اظہار ہمیشہ عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور یہ نسوانی محبت مجازی صورتوں میں اسی روحانی جذبے سے بھرپور نظر آتی ہے جو اور زبانوں میں صرف مذہبی شاعری میں دکھائی دیتی ہے۔ سروجنی نائیڈو کی شاعری میں جس محبت کی جھلک ہے وہ وہی محبت ہے جو مجازی سے روحانی کی طرف لے جاتی ہے جس میں روحانی رفعت اور مذہبی جوش دونوں موجود ہیں جو ہمیشہ اخلاق کے دائرے میں محصور اور مذہب کے احکام کے تابع رہتی ہے جس میں محبت کرنے

والی اپنے کو محبوب کی پجارن تصور کرتی ہے لیکن یہ نہ سمجھ لیجئے کہ مسز سروجنی نائیڈو کی شاعری محض ایک پریم بھگتی میں ڈوبی ہوئی سرشار عورت کی پکار ہے محبت کے علاوہ شفقت مادری حب وطنی، انسانی ہمدردی غرضکہ ہر قابل قدر جذبے پر انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔

ہر طبقے اور ہر نوع کے انسانوں کے خیالات کو اپنے شعروں میں ادا کرنے کا ہماری شاعرہ کو کمال حاصل ہے۔ ان کی نظموں میں پجاری کے بھجن سے لے کر بھکاریوں کے گیت سب نغمے موجود ہیں چند لفظوں میں پورے منظر یا واقعے کی تصویر وہ ہمارے سامنے کھینچ دیتی ہیں اس لالہ نفس بلبل کی زمزمہ سنجیوں پر اہل ہند اور اہل یورپ یکساں جھومتے تھے۔

ہندوستانی عورتوں کے متعلق کبھی طنزیہ اور کبھی حسرت بھرے لہجے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی زندگی صرف تین اہم واقعات پر مشتمل ہے یعنی پیدا ہوئیں بیاہ ہوا اور مرگئیں لیکن اس مقولے کو سروجنی دیوی کی بے مثل ذات نے غلط کر دکھایا وہ شاعرہ تھیں اور اس پایہ کی کہ جسکے مضمونکی بھر تانوں نے اپنوں اور بیگانوں کو یکساں مسحور کر لیا تھا۔ وہ خطیبہ تھیں اور ایسی جن کی تقاریر نے ایک عالم کو زیر وزبر کر دیا وہ سیاست داں تھیں اور اتنی بڑی کہ ان کے سیاسی شعور نے ایوان سیاست برطانیہ کے ستونوں کو ہلا ڈالا تھا۔

غالب کا یہ شعر سروجنی نائیڈو کی شاعری کی صحیح تعریف ہے ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا	کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

بیان اللسان یعنی مکمل عربی اردو ڈکشنری۔

مرتبہ:۔ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی (سابق رفیق ندوۃ المصنفین) پچیس ہزار عربی لغات کا جامع ذخیرہ جسے جدید انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر ترتیب دیا گیا ہے اور ہر لغت سے متعلق وحدت وجمعیت تذکیر وتانیث باب وصلہ وغیرہ کی توضیح کی گئی ہے۔ ممالک عربیہ میں مستعمل جدید عربی الفاظ بھی اس میں شامل کرلئے گئے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ اصحاب اور طلبہ مدارس عربیہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ مفید ہے۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات نوسو مجلد قیمت آٹھ روپئے۔ مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

امیر الامراء نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ
اور
جنگ پانی پت

(از جناب مفتی انتظام اللہ (۳) صاحب شہابی اکبر آبادی)

"دراندک زماں اسپ بہم رسانیدہ و در عرصہ یک سال جمعدار شدہ و اسپاں و خیمہ و اسباب جمعداری پیدا کردہ[۱]"

"مرد صاحب جوہر بود اگرچہ ناخواندہ مطلق لاکن عقل بسیار و اقبال داشت[۲]"

نواب علی محمد خاں کو بادشاہ دہلی کی طرف سے سرہند کی صوبہ داری عطا ہوئی یہ اس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو فوج کے سرداروں میں نجیب خاں بھی تھے چنانچہ سرکشان صوبہ سرہند بھار مل زمیندار راٹھور جو بارہ ہزار ہتھیار بند سوار و پیادہ رکھتا تھا اس سے مقابلہ پڑا نواب کے ہمراہیوں میں نواب دوندے خاں بھی تھے انھوں نے نجیب خاں کی مردانگی اور شجاعت کے جوہر دیکھے فریفتہ ہو گئے آخر ش نجیب خاں نے سرکشوں پر فتح پائی۔

نواب علی محمد خاں نے بھی ان کا عہدہ بڑھا دیا۔ ایک ہزار سوار و پیادہ کے افسر ہو گئے۔ اس کے بعد جو کٹھیر پر دوبارہ قبضہ نواب نے کیا تو اس میں بھی کارگذاری نجیب خاں نے دکھائی ۱۶۱اھ میں والدہ ضابطہ خاں کا انتقال ہو گیا تو نواب دوندے خاں رئیس بسولی نے اپنی دختر دُرّ بیگم سے اُن کی شادی کر دی اور گھر داماد بنا لیا اس تقریب پر ۱۴ محال ضلع بجنور نواب علی محمد خاں سے دوندے خاں نے کہہ سن کر دلوائی اور ایک محال خود نواب علی محمد خاں نے پرگنہ جلال آباد عطا کی نواب دوندے خاں نے کچھ عرصہ بعد ان کو اپنی فوج کا رسالدار مقرر کر دیا اور دارانگر

---

[۱] احوال نجیب خاں نجیب الدولہ بہادر مصنفہ سید نور الدین حسین خاں بہادر فخری (قلمی)، [۲] سرگذشت نجیب الدولہ از نواب عبد السلام خاں رام پوری۔

کی تحصیل بھی سپرد کر دی ؎

نجیب خاں نے اپنے رسالہ کے لئے کچی گڈھی اس جگہ بنوائی جو نجیب آباد کے شمال میں واقع ہے

دارانگر | نجیب خاں نے دارانگر (نزد امروہہ) کو اپنا مستقر قرار دیا اور تھوڑے عرصہ میں اپنے حسنِ لیاقت سے اس حصہ ملک کو ایسا بنایا کہ قرب و جوار کے لوگ کثرت سے وہاں آ آکر آباد ہونے لگے۔ جب آبادی معقول ہوگئی تو حلیہ رفاہِ عام کے کام انجام دینے کی طرف توجہ کی۔

تعلیمی حالت | جب دارانگر کے لوگ علم سے ناواقف تھے اُن کی اولاد کے لئے مکاتب اور درس گاہ کا انتظام کیا گیا ؎

برہان الملک محمد امین سعادت خاں نیشاپوری اور اس کے ہمشیرزادہ و داماد صفدر جنگ نے اودھ اور الہ آباد کے صوبوں میں خاندانی علماء کی جاگیریں شاہجہاں اور عالمگیر کے زمانہ کے مقرر شدہ مدارس اور مدرسین کے روزینہ بند کئے ضبطی جائداد سے اودھ کے علمی خاندان بے خانماں ہو کر سرگرداں پھر رہے تھے۔ چنانچہ اس کیفیت کو غلام علی آزاد بلگرامی ماثر الکرام میں یوں لکھتے ہیں۔

برہان الملک سعادت یار خاں نیشاپوری در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم صوبہ اودھ شد و اکثر بلاد عمدہ صوبہ الہ آباد و نیز دارانگر جون پور و بنارس و غازی پور و کڑہ مانک پور و کوڑہ جہاں آباد وغیرہ ضمیمہ حکومت گردید و وظائف و سیورغالات خانوادہائے قدیم وجدید یک قلم ضبط شد و کار شرفا و نجباء بہ پریشان کشید و اضطرار معاش مردم آنجا را از کسب علم باز داشتہ در پیشہ سپاہ گری انداخت و رواج تدریس و تحصیل بہ آں درجہ نماند و مدارسے کہ از عہد قدیم معدن علم و فضل بود یک قلم خراب افتاد و انجمن ہائے ارباب کمال بیشتر برہم خورد ؎

؎ ماثر الکرام

غرضکہ خانماں برباد گھرانے کے علماء نجیب خاں کی علم پروری کا شہرہ سن کر دارانگر پہنچے چنانچہ نجیب خاں نے درسگاہ میں اکثر کو لگا دیا ان میں سے زیادہ تر علمائے فرنگی محل کے شاگرد تھے[1]۔ غرضکہ دارانگر روہیلکھنڈ میں قابل ذکر قصبہ بن گیا اس کا اثر یہ ہوا تمام روہیلکھنڈ میں مدارس و مکاتب نوابان روہیلکھنڈ نے قایم کردئے حافظ الملک حافظ رحمت خاں چچیا خسر نجیب الدولہ نے عظیم الشان مدرسہ قایم کیا تھا اس کے صدر مدرس بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی تھے۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

"نجیب الدولہ نے دارانگر میں جو امروہہ کے قریب ہے ایک مدرسہ قایم کیا تھا جس میں نہایت کثرت سے طلباء نے تعلیم پائی۔ اس مدرسہ کے اکثر مدرسین (فرنگی محلی) خاندان کے شاگرد تھے[2]"

مغلیہ سلطنت | یہ وہ زمانہ تھا کہ حکومت مغلیہ اپنے ارکان سلطنت اور صوبہ داروں کے ہاتھوں تباہی کی راہ لگ چکی تھی۔ پیش پیش ابو المنصور خاں صفدر جنگ تھا ادھر وہ پٹھان جن کے باپ دادے کی حکومت ایک عرصہ تک ہندوستان پر رہی اور اس کی بنیادوں پر مغلیہ حکومت قایم ہوئی تھی باوجودیکہ کئی صدی تک مغلوں کے ہاتھوں پائمال رہے مگر جوہر مردانگی پھر بھی باقی رہے موجودہ حالات کے پیش نظر انھوں نے پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور وقار کو دوبارا برقرار رکھنے کی کوشش کی۔

نوابان روہیلکھنڈ | روہیلکھنڈ کے علاقہ میں اودھ سے آئے ہوئے سردار افاغنہ سردار داؤد خاں کے متبنیٰ نواب سید علی محمد خاں بہادر نواب حافظ الملک حافظ رحمت خان بہادر نواب دوندے خاں بہادر نواب محمد خاں بنگش وغیرہ نے چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے حسن تدبیر اور شجاعت کے بل بوتے پر قایم کرلیں صوبہ داروں کی طرح غداری نہیں کی بلکہ حکومت سے نوابی کے پروانہ حاصل کئے۔ نواب محمد خاں بنگش زیادہ علاقہ کا فرمانروا تھا فرخ آباد اس کا مستقر تھا اور اس کی زبردست حکومت تھی۔

---

[1] مضمون درس نظامیہ اور خاندانی فرنگی محل مولانا شبلی نعمانی۔ [2] درس نظامیہ اور فرنگی محل